امین الرحمٰن ساجد
(مدرس جامعہ سلفیہ)

مروجہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم...... تحقیقی و تنقیدی جائزہ

ماہ ربیع الاول کی آمد ہے اور اس ماہ مبارک کو تاریخ میں ایک خاص اہمیت و شہرت حاصل ہے کیونکہ یہ اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کا مہینہ ہے۔ اسلام کی سربلندی کا ماہ ہے۔ دشمنِ انسانیت ابلیس اور اس کی ذریت کی شکست اور مایوسی کا ماہ ہے۔

آپ ان ایام میں اس بات کا مشاہدہ فرمائیں گے کہ اس مہینہ کی عقیدت و احترام میں غلو کرتے ہوئے ایک گروہ انتہائی سرگرم عمل اور چاق و چوبند ہوگا۔ ۱۲ ربیع الاول کو اسلام میں ایک تیسری عید کا درجہ دینے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگائے گا اور پھر اس دن کو اس طرح منایا جائے گا کہ بینڈ باجوں کی قیادت میں لمبے لمبے جلوس بازار اور عمارتیں جھنڈیوں سے آراستہ، مولویانِ کرام پُر خیال اور بد اخلاق نوجوانوں کے ہمراہ جلوس کی گدھا ریڑھیوں پر براجمان نظر آئیں گے۔ ایک طرف فلمی گانوں کے ریکارڈ بج رہے ہیں اور دوسری طرف ڈھول شریف کی تھاپ اور ہاتھ کی ہم آہنگ تالیوں کے ساتھ خاص اہتمام سے قوالیاں ہوتی ہوں گی۔ رات کو مکانوں اور عمارتوں پر چراغاں کا سماں ہوگا۔ امت کی بیٹیاں باریک لباس میں ملبوس جشنِ میلاد میں بے پردہ شریک ہونگی۔

جو لوگ ان فضول رسموں کو اہمیت نہیں دیتے اور ان بدعات و خرافات کی حمایت نہیں کرتے اور نہ ہی ان جاہلانہ محفلوں کو رونق بخشتے ہیں ان کو کئی قسم کے فتووں کا نشانہ بنایا جائے گا۔

برادرانِ اسلام! اگر آپ ادب و احترام کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اور انتہائی نرم زبان میں ایسے کسی آدمی سے جو اس قسم کی نمود و نمائش سے دلچسپی رکھتا ہو مخلصانہ سوال کریں کہ جناب! یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ تو وہ جھٹ ہی میں بڑے فخر سے جواب دے گا کہ ''رسول کی محبت ہے''۔ بلاشبہ ایسا جواب سن کر ایک ذی شعور اور صاحبِ خرد انسان کے ذہن میں چند ایک سوالات جنم لیتے ہیں کہ محبتِ

رسول ﷺ کیا ہے اور اس کا تقاضا کیا ہے؟ کیا یہ کام محبتِ رسول ﷺ میں داخل ہے؟ کیا اسلام نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا یومِ ولادت اس طرح منایا جائے؟ مروجہ عید میلاد کیا ہے اور اس کا موجد کون ہے؟

ان اشکالات وسوالات کے جواب سے قبل یہ جان لینا ضروری ہے کہ اسلام میں نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کو کیا اہمیت حاصل ہے۔ اس سلسلہ میں زیادہ نہیں صرف ایک ہی آیت پیشِ خدمت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (الاحزاب۲۱)

کہ ''یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ موجود ہے''۔ یہ حکم عام ہے کہ آپ ﷺ کی مکمل زندگی یعنی رسول اللہ ﷺ کے تمام اقوال، افعال اور احوال میں مسلمانوں کیلئے آپ ﷺ کی اقتداء ضروری ہے، چاہے ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاشرت سے، معیشت سے ہو یا سیاست سے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں آپ ﷺ کی ہدایات واجب الاتباع ہیں اور اس مفہوم کی تائید مندرجہ ذیل آیات سے بھی ہوتی ہے۔

۱۔ **ما اٰتکم الرسول فخذوہ** (الحشر:۷)

۲۔ **ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی** (آل عمران۳۱)

محبتِ رسول کیا ہے؟ ......

بلاشبہ محبت رسول ﷺ ایمان کا جز ہے اور جس دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں وہ دل نورِ ایمان سے خالی ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (صحیح بخاری جلد اول ص ۸)

قابلِ غور بات ہے کہ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا کیا ہے؟ تو اس میں ارشادِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

من احب سنتی فقد احبنی (الحدیث)

مختصر یہ کہ حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا نام ہے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت کا دعویٰ اس وقت صحیح ہوسکتا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے اور سچی محبت کا معیار کسی نے اپنے انداز میں کیا خوب بیان کیا ہے:

"ان المحب لمن یحب مطیع" یعنی محبت رکھنے والا ہمیشہ محبوب کا تابع ہوتا ہے۔ بلاشبہ کسی بھی بڑے کی عزت واحترام کا یہی بہترین طریقہ ہوتا ہے کہ اس کے احکام کی تعمیل کی جائے اور اس کے فرمودات کو اپنا دستور العمل بنایا جائے۔ نیز اس کی فرمانبرداری واطاعت کو اپنے لئے سرمایہ سعادت سمجھا جائے۔

برادرانِ اسلام! ایک طرف تو بعض لوگ بلند و بالا عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے دعویدار ہیں لیکن دوسری طرف دیکھئے سارا سال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار اور فرمان کے خلاف چلتے ہیں اور جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور امام صاحب کی باتوں میں اختلاف ہو وہاں بڑی آسانی سے رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اور فرمودات کو چھوڑ کر امام صاحب کے مسلک کو اپنا معمول بنا لیتے ہیں اور سینکڑوں ایسی باتیں جن پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے جواز کی کوئی دلیل نہیں ملتی انہیں دین کی حدود میں شامل کر کے بڑی سرگرمی سے ان پر عمل کرتے ہیں۔

ایسی صورت میں کیا سال بھر کے صرف ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نام سے تقریریں جھاڑ دینا' چند نعرے لگا لینے سے حقیقی "محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کا حق ادا ہو جاتا ہے؟ کیا رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا یہی تقاضا ہے کہ ۱۲/ ربیع الاول کا ادب و احترام تو ملحوظ رکھا جائے......؟ لیکن سرورِ کائنات کی ذات کے ادب واحترام پر کوئی دھیان نہ دیا جائے۔ افسوس اہلِ اسلام غیر محرم مہینوں کے احترام میں لگ گئے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام ان کے دل و دماغ سے فراموش ہو گیا۔

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مروجہ عید میلاد ﷺ......

مروجہ عید میلاد کا محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ اگر اس سے مقصود سچی محبت ہوتی تو یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے "مقصد بعثت" کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی اور اس کو اپنا دستور العمل بنا کر اس پر چلنے کی سعی کی جاتی اور مقاصدِ بعثت کی وضاحت خود قرآن مجید نے بھی کر دی ہے۔

لقد من الله على المومنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا عليهم ايته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ضلل مبين (آل عمران ۱۶۴)

ترجمہ: "بلاشبہ مسلمانوں پر اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان میں بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

اس آیت میں نبوت کے تین اہم مقاصد بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ تلاوت آیات ۲۔ تزکیہ ۳۔ تعلیم کتاب وحکمت

ان کی تفصیل کا یہاں مقام نہیں ہے صرف بتانا مقصود ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا مقصد کیا تھا کیا ان محافل میں یا ان محافل کو منعقد کرنے والے احباب میں وہ مقاصد پائے جاتے ہیں؟ غور کیجئے!

☆ کیا عید میلاد کے دن قرآنی آیات کے مقابلے میں فلمی ریکارڈنگ اور ڈھول کی آواز کے ساتھ شعر گوئی نہیں ہوتی؟

☆ کیا مروجہ عید میلاد کے روز تزکیہ نفس کی بجائے آوارہ قسم کے نوجوان جلوس میں اور رات کو پروگراموں کی زینت بننے والی امت کی بیٹیوں کو پریشان نہیں کرتے؟

☆ کیا اس مروجہ عید میلاد کے روز قرآن اور حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے؟

برادرانِ اسلام! محبت کا تقاضا تو تھا کہ قرآن مجید اور تعلیماتِ نبوی ﷺ پر عمل کیا جاتا اور اسلام کے نام پر تیار کی گئی بدعات کو چھوڑا جاتا اوران غیر اسلامی رسومات کو فروغ نہ دیا جاتا اور اپنے دعویٰ کو حقیقت کا لباس پہنانے کیلئے اسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کر کے حقیقی اور سچی محبت کا اظہار کیا جاتا۔ لیکن افسوس کہ ربیع الاول کے اس ماہ میں جس قدر خلاف سنت کام ہوتے ہیں شاید ہی کسی اور ماہ میں ہوتے ہوں۔ بلاشبہ آپ اس مروجہ عید میلاد کو جس زاویے سے دیکھیں گے اس کو غیر اسلامی تہوار اور مخالف کتاب وسنت ہی پائیں گے۔ مثلاً

☆ اسلام میں سال کے صرف دو دنوں کو شریعت نے "عید" کا درجہ دیا ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف لائے تو اس وقت اہلِ مدینہ سال میں دو دن کھیلتے کودتے تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

قد ابدلكم بهما خيرا منهما يوم الفطر و يوم الاضحى

اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان دونوں دنوں کے [illegible] میں دو بہترین دن عطا فرما دیئے ہیں وہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن ہیں (سنن نسائی جلد اول ص ۱۸۶)

لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ **قد ابدلكم الله**...... سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی عیدیں صرف دو ہی ہیں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ محدثین کرام کی طرح امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد وغیرہ

سے لیکر کسی بھی حنفی مجتہد نے اپنی کسی کتاب میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے سوا کسی تیسری عید کا نہ ہی باب باندھا ہے اور نہ ہی اس کی نشاندہی کی ہے۔ بلکہ اس کے برعکس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جناب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن کا روزہ کیوں رکھتے ہیں تو سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فیه ولدت وفیه انزل علی (صحیح مسلم جلد اول ص ۳۶۸) ''میں پیر کے روز ہی پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر قرآن نازل ہوا۔''

ٹھنڈے دل سے سوچئے کہ ''عید'' اسلام میں صرف دو ہیں۔ جیسا کہ حدیث سے واضح ہے اور ''عید میلاد'' ان دونوں دنوں میں شامل نہیں ہے اور اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

نهى رسول الله عن صومين يوم الفطر و يوم الاضحى (صحیح مسلم جلد اول ص ۳۶)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

یاد رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یوم ولادت کا روزہ رکھ کر یہ اسوہ بھی دے دیا ہے کہ میری ولادت کا دن ''عید نہیں ہے'' کیونکہ اگر عید ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزہ نہ رکھتے کیونکہ عید کے روز روزہ رکھنا منع ہے۔

غور کیجیے! اسوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اور صریح دلائل سے منہ پھیر کر سنت کی مخالفت میں زور لگا کر کسی دن کو ''عید'' کا مقام دینا کیا یہ شریعت سے بغاوت نہیں؟ کیا تم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو ناقص نہیں جانا؟ کیا تم نے یہ گمان نہیں کیا کہ نعوذ باللہ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت میں خیانت کی ہے کہ وہ عید میلاد کا بتانا بھول گئے؟

☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان مع جرس شيطان (ابوداؤد جلد رقم الحدیث ''۴۲۳۰'' کتاب الخاتم) یعنی ہر بجنے والی چیز کے ساتھ شیطان ہے۔ اس فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ جس جگہ باجا وغیرہ بجایا جائے وہاں شیطان کا تسلط ہوتا ہے اور وہاں سے رحمت کے فرشتے چلے جاتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں ہے:

وامرني ربي عزوجل بمحق المعارف و مزامير (مسند احمد بن حنبل جلد پنجم ص ۲۶۸) یعنی میں باجے گاجے مٹانے کیلئے آیا ہوں بلکہ ایک روایت میں یہاں تک آتا ہے ''ایک مرتبہ رسول اکرمؐ نے باجے کی آواز سنی تو اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال لیں''۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۴۱۱)

جس مقدس اور معصوم ہستی کی تعلیم یہ ہو کہ اِن کاموں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کو آیا ہوں بلکہ وہ خود

باجے کی آواز پسند نہ فرمائے پھراس کے مقدس نام کو شیطانی سازوں پر گایا جائے۔ اس کے یوم ولادت کو غیر شرعی جشن مناتے ہوئے اس میں باجے خوب بجائے جائیں۔ کیا یہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور اللہ تعالیٰ کے دین سے استہزاء نہیں؟

دوستو! محبت رسول ﷺ کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو اپناتے۔ بدقسمتی سے بعض مسلمانوں نے غیر مسلم اقوام سے متاثر ہو کر کئی ایک رسموں کو دین میں شامل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان میں ایک مروجہ میلاد والی رسم ہے جو کہ خاص کر غیر مسلموں سے مستعار لی گئی ہے اور اس پر عمل کو باعثِ فخر سمجھا جاتا ہے مثلاً عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہندو کرشن اور سکھ بابا نانک جی کے یوم پیدائش کی مناتے ہیں اور انہی لوگوں کی دیکھا دیکھی ان نام نہاد عاشقوں نے بھی رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت منانا شروع کر دیا۔ جبکہ اسلام نے غیر مسلموں کی مشابہت سے بڑی سختی سے منع فرمایا ہے جیسا کہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ **من تشبه بقوم فهو منهم** (ابوداؤد)

قارئین کرام! کیا اس قسم کی رسم جس پر ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہو بلکہ غیر مسلم اقوام سے مشابہت ہو اس کو فروغ دینا اور حرام کام کا ارتکاب نہیں؟ کیا اسوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر غیروں کے طریقے اپنا کر محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے میں صداقت ہو سکتی ہے؟ مذکورہ صورتحال سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مروجہ عید میلاد کا محبتِ رسول ﷺ سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ یہ سراسر تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے اور نئی ایجاد ہے جس کا وجود رسالتِ مآب ﷺ اور اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں نہیں پایا گیا اور ایسے کاموں کے متعلق ہی نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد (متفق علیہ)

اسلام اور مروجہ عید میلاد ......

اسلام ایک کامل و اکمل دین اور ضابطہ حیات ہے جس کی حدود و احکام متعین ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے رحلت کے وقت ارشاد فرمایا:

تركت فيكم امرين لن تضلو ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنة رسوله (مشکوٰۃ از البانی رقم کتب ۱۸۶)

جو چیزیں قرآن وحدیث میں ہیں وہی دین ہے اور وہی کام ہمارے لئے جائز وضروری ہیں۔ صدیوں تک مسلمان انہی دو چیزوں پر عمل پیرا رہے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ قرآن وحدیث ہی اسلام ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہمیں وہی کام کرنے چاہئیں جن کا ثبوت قرآن وحدیث میں ہو یا پھر کم از کم کسی کام کا وجود قرونِ ثلاثہ میں سے کسی قرن میں پایا جائے "بشرطیکہ قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہو" کیونکہ قرونِ ثلاثہ کی بہتری کی گواہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دی ہے اور فرمایا:

خیر کم قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم (صحیح بخاری جلد اول ص ۳۶۲)

سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ اور میرے صحابہ کا پھر ان کے بعد والوں کا پھر ان کے بعد والوں کا ہے۔

غور فرمایئے! اور ٹھنڈے دل سے سوچئے:

- ☆ کیا مروجہ عید میلاد کے متعلق قرآن کی کوئی صریح آیت ہے؟ کیا اہلِ ایمان کو جشنِ عید میلاد منانا چاہئے؟
- ☆ کیا کتب احادیث میں کوئی حدیث یا باب اس کے جواز پر موجود ہے؟ کہ مسلمان اور عاشق وہ ہیں جو جشنِ عید میلاد مناتے؟
- ☆ کیا کتبِ فقہ میں مروجہ عید میلاد پر وجوب یا استحباب' جواز پر کوئی باب موجود ہے؟
- ☆ کیا خیر القرون میں ۱۲ ربیع الاول کو کسی مذہبی یا سرکاری تقریب کی حیثیت حاصل تھی؟
- ☆ کیا خلافتِ راشدہ کے مقدس عہد میں اس دن سرکاری تعطیل ہوتی تھی؟
- ☆ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے زمانہ میں اس رات چراغاں کیا جاتا تھا؟
- ☆ کیا خیر القرون میں ولادتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں باجے طبلے اور سارنگیاں بجائی جاتی تھیں؟
- ☆ کیا حضرت امام ابوحنیفہ یا ان کے کسی شاگردِ رشید نے اپنی زندگی میں مروجہ عید میلاد اس طریقہ سے منائی یا حکم دیا؟
- ☆ کیا چاروں اماموں میں سے کسی ایک نے بھی مجلس عید میلاد کا انعقاد کروا کر اس میں شرکت کی؟

برادرانِ اسلام! مروجہ عید میلاد کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ قرآن وحدیث میں اس کے متعلق کسی قسم کا حکم موجود نہیں ہے اور نہ ہی صدرِ اول کے مسلمانوں نے اس کا اہتمام کیا بلکہ یہ ساتویں صدی ہجری کی ایجاد ہے۔ جو تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل خلاف ہے۔

خدارا! ذاتی اختراع پر اسلام کا لیبل لگا کر اس بدعت کو سادہ لوح لوگوں میں فروغ نہ دو بلکہ

اسلام کی صحیح تصویر لوگوں کے سامنے پیش کردو دراصل یہ دن ہم سے اسی محبوب ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کا طالب ہے اور اسی کے لائے ہوئے دین کی اتباع کا مطالبہ کرتا ہے۔ اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اپنا لیں انہیں اور ان کے لائے ہوئے قانون کو اپنی زندگی کے لیل ونہار پر نافذ کرلیں' اپنی زندگی کی قدروں کو نبی ﷺ کی لائی ہوئی کتاب کی بنیادوں پر استوار کرلیں تو ہماری حیات کا ہر لحہ ۱۲ ربیع الاول ہے۔

مروجہ میلاد اور موجدِ جشن میلاد ......

یہ وضاحت ہم کر چکے ہیں کہ مروجہ عید میلاد کا ذکر نہ تو قرآن مجید میں ہے اور نہ ہی ان کے جواز پر کوئی فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے بلکہ مکمل جستجو کے باوجود اس کا تذکرہ صحابہ کرام اور تابعین کے زمانہ میں بھی نہ مل سکا اور انصاف کی بات یہ ہے کہ آئمہ اربعہ کے زمانہ میں بھی اس کا وجود نہیں پایا گیا اور حقیقت یہ ہے کہ پہلی چھ صدیوں میں اس نام سے کوئی دینی پروگرام نہیں تھا اس لئے مناسب ہوگا کہ ہم امام مالک کا وہ قول پیش کریں جس سے دین کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے۔

فما لم یکن یومئذ دینا فلا یکون الیوم دینا (الاعتصام للشاطبی جلد اول ص ۲۸)

یعنی جو چیز رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں نہیں تھی وہ آج بھی دین نہیں ہوسکتی کیونکہ اگر وہ نیکی یا باعثِ ثواب ہوتی تو اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس پر عمل کرتے۔ اب رہا یہ سوال کہ اس کا آغاز کب اور کس نے کیا تو علامہ جلال الدین سیوطی کے بیان کے مطابق موصل شہر کے الملک المظفر ابوسعید کوکبوری نے سب سے پہلے اس بدعت کا آغاز کیا اور اس کو فروغ دیا جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ:

اول من احدث فعل ذالك اربل الملك المظفر ابو سعيد كوكبورى (الحاوی للفتاوی از سیوطی جلد اول ص ۲۵۲)

یاد رہے اس بادشاہ کی وفات ۶۳۰ ھ میں ہوئی ہے جس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ساتویں ہجری کے آغاز میں اس بدعت نے جنم لیا اور اس سے قبل امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا وجود نہیں تھا۔

اعتراف حقیقت ......

بریلوی مکتبہ فکر کے معروف عالم مفتی احمد یار خان نے اپنی معروف کتاب ''جاء الحق'' میں علامہ سخاوی کے حوالہ سے جو کچھ لکھا ہے انہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیے:

قال السخاوی لم یفعله احد من القرون الثلاثة وانما حدث بعد۔

اس عبارت کا ترجمہ بھی مفتی صاحب خود کرتے ہیں۔ ''امام سخاوی نے فرمایا کہ میلاد شریف تینوں زمانوں میں کسی نے نہ کیا بعد میں ایجاد ہوا''۔(صفحہ ۲۳۶) مزید رقمطراز ہیں کہ ابن جوزی نے فرمایا کہ:

اول من احدثه من الملوك صاحب اربل ''کہ جس بادشاہ نے پہلے اس کو ایجاد کیا وہ شاہ اربل ہے۔''

طریقہ عید میلاد......

اسلام نے ہمیں دو عیدیں منانے کا حکم دیا ہے اور اس کی ساری تفصیل کتب احادیث وفقہ میں موجود ہے کہ عید کے روز واجبات' مستحبات وغیرہ کیا ہیں اور تعداد رکعات اور تکبیرات کی وضاحت بھی صاحب شریعت نے فرما دی ہے لیکن ہمیں مروجہ عید میلاد کی کوئی تفسیر و تفصیل نہیں ملتی کہ اس دن کے واجبات کیا ہیں؟ نماز ہے یا کہ نہیں۔

قارئین کرام! اس عیاش بادشاہ نے جو طریقہ اختیار کیا وہ آپ تاریخ کی زبان سے ملاحظہ فرمائیں۔ مشہور مؤرخ ابن خلکان اس کی محفلِ جشن میلاد کا نقشہ یوں بیان کرتے ہیں:

یتقدم مظفر الدین بنصب قباب من الخشب کل قبه اربع او خمس طبقات ویعمل مقدار عشرین قبه واکثر منها قبه له والباقی للامراء واعیان دولته لکل واحد قبة فاذا کان اول صفر زینوا تلك القباب بانواع الزینة الفاخرة المستجملة وقعد فی کل قبة جوق من المغانی و جوق من ارباب الخیال ومن اصحاب الملاهی ولم یترکوا طبقة من تلك الطباق فی کل قبة حتی رتبوا فیها جوقا وتبطل معایش الناس فی تلك المدة وما یبقی لهم شغل الا التخرج والدوران علیهم وکانت القباب منصوبة من باب القلعة الی باب الخانقاه المجاورة للمیدان فکان مظفر الدین ینزل کل یوم بعد صلاة العصر یقف علی قبة قبة الی آخرها ویسمع غناهم و یتفرج علی خیالاتهم وما یفعلونه فی القباب ویبیت فی الخانقاه ویعمل السماع فیها ویرکب عقیب صلاة الصبح یتصید ثم یرجع الی القلعة قبل الظهر هکذا یعمل کل یوم الی لیلة المولد وکان یعمله سنة فی ثامن الشهر وسنة فی الثانی عشر لاجل الاختلاف الذی فیه فاذا کان قبل المولد بیومین اخرج من الابل والبقر والغنم شیئا کثیرا زائد عن الوصف وزفها بجمیع ما عنده من الطبول والمغانی والملاهی (ابن خلکان صفحہ ۱۱۸ جلد چہارم)

قارئین کرام! یہ بداندیش بادشاہ محفل میلاد کیلئے لکڑی کے بیس (۲۰) عالیشان قبے تیار کرواتا اور ہر قبے میں پانچ منزلیں ہوتیں۔ ماہ صفر کے آغاز میں زیبائش اور آرائش کے مہنگے ساز وسامان سے ان قبوں کو آراستہ کر کے ہر ایک منزل میں ایک ایک ٹولی گانے والی' باجے والوں' کھیل تماشے اور رقص کرنے والوں کی بنائی جاتی۔ ہر روز عصر کے بعد اپنے وزیروں' مشیروں کے ساتھ ہر ایک قبہ اور ایک منزل میں جاتا۔ گانا سنتا' ناچ دیکھتا' خوشی میں خود بھی ناچتا اور پھر اپنے قبے میں تمام رات لہولعب رانگ رنگ میں مشغول رہتا۔ دادِ عیش دیتا اور یوم میلاد سے دو دن قبل اپنے تمام طبلوں' باجوں گاجوں' آلات لہولعب کے جلوس میں اپنے بے شمار اونٹ' گائیں اور بکرے لئے کھلے میدان میں آ جاتا۔ ان کو ذبح کرتا اور ہر قسم کے پرتکلف کھانے پکا کر ان ڈوم قسم کے افراد' موسیقاروں اور دوسر ، تمام تماش بینوں کی ضیافت کرتا۔

لیجئے جناب! یہ ہے عید میلاد اور اس کا موجد کہ اسلام میں اس کی کوئی دلیل نہیں۔ لیکن افسوس کہ خود کو مسلمان کہ والے لوگ ایک فضول خرچ' عیاش' کھلنڈرے بادشاہ اور شیطان کے ہمنوا اور ہم پیالہ حکمران کی سنت کو مناتے ہیں اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹھیکیدار ایک غیر اسلامی رسم اور بدعت کو اسلام میں تیسری عید سمجھ کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں اور متبع سنت لوگوں کو شیطان کے ساتھ ملاتے ہیں کہ انہیں ولادت رسول ﷺ کی خوشی نہیں۔ معاذ اللہ۔

مروجہ عید میلاد کے دلائل اور ان کا جائزہ......

یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے کہ ''مروجہ عید میلاد'' ایک بدعت ہے جس کا اسلام کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں۔ لیکن علماء ومشائخ کے ایک بہت بڑے طبقے کے دینوی مفاد اسی بدعت سے وابستہ ہیں اور کسی نہ کسی انداز سے اس کو سند جواز عنایت فرمانے پر تلے ہوئے اور اس کیلئے عجیب وغریب تاویلات اور حکایات کا سہارا لیتے اور استدلال کرتے رہتے ہیں۔ اس موقعہ پر ان دلائل کی حقیقت قارئین کے سامنے واضح کی جاتی ہے۔

پہلی دلیل

واذا اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ قال ء اقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین (آل عمران آیت ۸۱)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے لئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری

ہے فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمہ لئے رہو سب نے کہا ہمیں اقرار ہے۔ فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

استدلال ......

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہ السلام کو اکٹھا کر کے ان سے وعدہ لیا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہوا لہٰذا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مجلس کا اہتمام کرنا اور مجلس میلاد منعقد کرنا جائز اور درست ہے۔

جواب ......

اس آیت سے "مروجہ عید میلاد" کیلئے استدلال کرنا کئی اعتبار سے غلط ہے

۱۔ کیونکہ یہ وعدہ لینے کی مجلس کا انعقاد عالمِ ارواح میں ہوا ہے جس وقت آدم علیہ السلام بھی ابھی دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن تو بہت دور کی بات ہے۔

۲۔ اس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر ہی نہیں ہے بلکہ برعکس اس وقت کا ذکر ہے جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم منصبِ رسالت پر فائض ہونگے اور وہ ہے یومِ بعث' جب آپ نے اعلانِ نبوت فرمایا۔

۳۔ اس آیت کی تفسیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ولادت پر جشن منانے کی وضاحت نہیں کی اس لئے استدلال کرنا باطل ہے کیونکہ یہ یومِ ولادت آپ کی نبوت والی تیس سالہ زندگی میں ۲۳ مرتبہ آیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دن منانے کیلئے کوئی تعلیم نہیں دی۔ اگر انبیاء کرام علیہم السلام کے یوم ولادت کو اس طرح منانا شرعی حکم ہوتا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو سابقین انبیاء علیہم السلام یا اپنی ولادت کے منانے کا ضرور حکم دیتے۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک معمولی سا حکم بھی ہمیں اس کے متعلق احادیثِ مبارکہ میں نہیں ملتا۔

۴۔ قرآن کی تفسیر میں صحابہ کرام کا بہت بلند مقام ہے کیونکہ وہ معانی و مفاہیم کے ساتھ ساتھ ان کے شانِ نزول سے بھی واقف تھے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کسی ایک صحابی نے بھی اس سے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر استدلال نہیں کیا۔

۵۔ اگر اس آیت سے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتی ہے تو یہ بات لازم آتی ہے کہ صدر اول کے لوگوں (صحابہ کرام) نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟

گھر کی شہادت ......

زیر بحث آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ایک بریلوی عالم پیر محمد کرم شاہ یوں رقمطراز ہیں۔

''حضرت سیدنا علیؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی سے یہ پختہ وعدہ لیا کہ اگر اسکی موجودگی میں میں سرور عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں تو اُس نبی پر لازم ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شمولیت کا شرف حاصل کرے اور ہر طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تائید و نصرت کرے اور تمام نبیوں نے یہی عہد اپنی امتوں سے لیا''۔ (ضیاء القران جلد اول ص ۲۲۸)

لمحہ فکریہ ......

محافل میلاد کا اہتمام کرنے والے مقلدین احناف کیلئے لمحہ فکریہ ہے کہ ایک طرف تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کے دعوے کرتے ہیں اور دوسری طرف امام ابوحنیفہ کی تقلید میں کئی فرامین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسترد کردیتے ہیں۔ جبکہ اس آیت میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے سراج منیر کے بعد کسی بھی نبی کا چراغ نہیں جل سکتا اور قیامت تک واجب الاتباع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور نجات بھی انہی کی اطاعت میں مضمر ہے نہ کہ کسی امام کی تقلید اور نہ کسی بزرگ کی بیعت میں جب کسی نبی کا سکہ اب نہیں چل سکتا ہے تو اور کسی کی امامت یا بزرگی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین پر کیسے ترجیح دی جاسکتی ہے۔

الغرض اس آیت سے قطعی طور پر عید میلاد کا جواز ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی اسکا عید میلاد سے کوئی تعلق ہے۔

دوسری دلیل ......

ورفعنا لك ذكرك (الم نشرح آیت ۴) ''اور ہم نے تیرا ذکر بلند کردیا''

استدلال ......

میلاد کی محفلیں برپا کرنے والے احباب کا کہنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے ذکر کو بلند فرمادیں تو ہم پر بھی ضروری ہے کہ آپ ﷺ کا تذکرہ کریں اور اسکی صورت یہ ہے کہ ہم آپ ﷺ کے یوم ولادت پر آپ ﷺ کا جشن منائیں اور جلوس نکالیں

جواب ……

بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بلند فرمایا ہے لیکن اس سے عید میلاد پر استدلال جائز نہیں ہے کیونکہ رفع ذکر کے طریقے کی تعلیم خود صاحب شریعت سرور عالم نے دی ہے مثلاً کلمہ شہادت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ہے اذان میں اللہ کے ذکر کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ رفع ذکر کی بین دلیل ہے۔ اور تشہد میں نماز میں اور درود پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آنا اسی آیت کی تفسیر کو واضح کرتا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اس تعلیم محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں مروجہ عید میلاد منانے کا سرے سے ذکر ہی نہیں اور نہ ہی کسی صحابی نے اس آیت سے ایسا استدلال کیا ہے اور اسی طرح سلف میں سے کسی بھی مفسر سے اس آیت سے عید میلاد کیلئے استدلال منقول نہیں ہے لہٰذا مروجہ عید میلاد جو کہ بدعت ہے اس کیلئے اس آیت کو پیش کرنا محض تحکم اور سینہ زوری ہے۔

تیسری دلیل ……

قل بفضل الله و برحمته فبذلك فليفرحوا ”آپ کہہ دیجئے کہ بس لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے۔“ (سورۃ یونس آیت ۵۸)

استدلال: ……

اس سے بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ اس آیت میں خوش ہونے کا حکم دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں اس لئے آپ کی ولادت نعمتِ عظمیٰ ہے اور اس کے لئے خوشی کا اظہار ہونا چاہئے لہٰذا اس دن جشن منانا جائز ہے۔

جواب: ……

اس آیت سے مروجہ عید میلاد پر استدلال جہالت اور اپنی خواہش سیہ کی پیروی ہے کیونکہ یہاں بات قرآن کے متعلق ہو رہی ہے جیسا کہ مشہور بریلوی عالم پیر محمد کرم شاہ لکھتے ہیں:

”حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مراد قرآن اور رحمت سے مراد دینِ اسلام ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ فضل سے مراد قرآن اور رحمت سے مراد یہ ہے کہ اس نے ہمیں صاحب قرآن بنایا۔“ (ضیاء القرآن جلد دوم ص ۳۰۹)

دوسری بات یہ کہ ولادت نبوی ﷺ اہل اسلام کیلئے نعمت عظمیٰ ہے لیکن قابل غور بات ہے کہ یہ نعمت صرف آج کے لوگوں کیلئے ہے یا کہ صدر اول کے لوگوں کیلئے بھی تھی؟ کیا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے نعمت تھی؟ کیا سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے نعمت تھی؟ کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کیلئے نعمت تھی؟ اگر ان کیلئے بھی نعمت تھی تو جس طرح انہوں نے خوشی کا اظہار کیا ہے وہی ہمارے لئے ہے۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اس آیت کے تحت جشن عید میلاد کا جواز نکلتا تو رسول معظم ﷺ کی زندگی میں ۶۳ مرتبہ یہ دن آیا۔ انہوں نے اس کے منانے کا حکم کیوں نہ دیا؟ اگر دیا ہے تو اس کی وضاحت کر دیں۔

غور کیجئے! اہل بدعت کی قرآن فہمی پر کہ جس مقدس ہستی پر قرآن نازل ہوا اور جن لوگوں کی موجودگی میں نازل ہوا ہے جو لوگ اس کے ہر ایک شان نزول سے واقف تھے وہ تو اس سے استدلال نہ کر سکے اور جلسے جلوس اور باجے گاجے کا اہتمام نہ کر سکے۔ لیکن آج کے مولوی حضرات استدلال کرتے ہیں گویا کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو سمجھ نہ آئی اور ان کو سمجھ آ گئی۔

خوشی کا طریقہ......

قرآن مجید میں حکم ہے کہ: لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة (الاحزاب)

"یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں عمدہ نمونہ ہے"۔ یعنی آپ ﷺ کے تمام اقوال و افعال میں مسلمانوں کیلئے آپ کی اقتداء ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں صحیح مسلم کی روایت بہت بہتر ثابت ہوگی کہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عجبا لامر المومن ان امره كل خير وليس ذلك لاحد الا للمومن ان اصابته سراء شكر فكان خيرا وان اصابته ضراء صبر فكان خيرا له (صحیح مسلم جلد دوم ص ۴۱۳)

"مومن کا عجیب معاملہ ہے اس کا ثواب کہیں نہیں گیا یہ بات کسی اور کو حاصل نہیں اگر اس کو خوشی حاصل ہوتی تو شکر کرتا ہے یہ بھی اس کیلئے بہتر ہے اور اگر اس کو نقصان پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے یہ بھی اس کیلئے بہتر ہے"۔

قارئین کرام! یہ ہے خوشی میں کرنے کا کام کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے اور شکر کرنے کا طریقہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ شریف تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں تو پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وہ عظیم دن ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا۔

وصامه موسى شكرا فنحن نصومه فقال رسول الله ﷺ و نحن احق و اولى بموسى منكم فصامه رسول الله وامر بصيامه۔

''تو موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے کے طور پر روزہ رکھا ہم بھی ان کی اتباع میں روزہ رکھتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تم سے موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ تعلق دار ہیں تو رسول اللہ نے روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا''۔ (مشکوۃ جلد اول ص ۱۸۰)

بعینہ اس طرح جیسے نبی اکرم ﷺ کا یوم ولادت ہمارے لئے خوشی کا دن ہے ایسے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھی باعث مسرت تھا تو اسی دن نبی اکرم ﷺ نے خود روزہ رکھ کر یوم ولادت کی خوشی منانے کا طریقہ بتادیا جیسا کہ پوچھا گیا۔ آپ ﷺ پیر کا روزہ کیوں رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

فيه ولدت وفيه انزل (صحیح مسلم جلد اول ص ۳۶۸)

گزارش ﴾...... قارئین نبی اکرم ﷺ نے اپنے یوم ولادت پر روزہ رکھ کر نمونہ پیش فرمایا۔ ہے تو اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے آپ کے طریقہ پر عمل کریں اور ان کی مخالفت نہ کریں۔ کیونکہ مروجہ میلاد کا سارا طریقہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں اگر یہ شریعت کا حصہ ہوتا تو لازماً نبی اکرم ﷺ اپنی امت کو اس سے آگاہ فرما جاتے۔ لہذا یہ بدعت سیئہ ہے اور ان کو اس طرح منانے والا بدعتی ہے۔

خود کسی دن کو ''عید'' کا درجہ دینا ﴾......

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دو دن عید کے مقرر کر دیئے ہیں جیسا کہ اس کی بحث گزر چکی ہے اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا خوشی کی وجہ سے کسی دن کو ''عید'' کا درجہ دیا جا سکتا ہے؟ یہ عظمت صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے کہ وہ وحی الٰہی کی بناء پر کسی دن کے عید ہونے کو بیان کریں اور وہ آپ ﷺ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے متعلق بیان فرما دیا۔ اب تیسری عید منانا یا کسی دن کو تیسری عید تصور کرنا یہ دین اسلام کے خلاف بڑی جسارت ہے جو یہودیت کی طرف دھکیل کر لے جائے گی۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ یہودی لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا تم پر ایک آیت نازل ہوئی ہے (اليوم اكملت لكم دينكم........الخ)

لو انزلت فينا لا تخذنا عيد افقال عمرانى لا علم حيث انزلت واين انزلت واين رسول الله حين انزلت يوم عرفته وانا والله بعرفة۔

اگر یہ آیت ہم یہودیوں پر اتری ہوتی تو ہم اس دن کو عید کا دن مقرر کر لیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ یہ آیت کب اور کہاں اتری اور جب یہ آیت اتری تو نبی صلی

اللہ علیہ وسلم کہاں تھے۔ یہ آیت عرفہ میں اتری اور خدا کی قسم ہم عرفہ میں تھے۔ (صحیح بخاری جلد دوم)

لمحہ فکریہ ﴾......

جب تکمیل دین کے دن کو اپنی مرضی سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا عظیم انسان عید کا درجہ نہیں دے سکتا تو اور کون ہے جو یوم میلاد کو عید کا درجہ دے جبکہ یہی دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ۶۳ مرتبہ آیا اور جناب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ۱۱ مرتبہ خلافت عثمان میں ۱۲ مرتبہ خلافت علی میں ۵ مرتبہ اور خلافتِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ۲۰ مرتبہ یہی یوم میلاد جلوہ گر ہوا تھا۔ پھر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں یہ دن آیا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی زندگیوں میں یہ دن متعدد بار آیا اگر اس دن کی کوئی دینی اہمیت ہوتی کوئی خوشی کی وجہ سے شرعی حیثیت ہوتی اور پھر عیدین کی طرح یہ دن "عید" اور اسلامی تہوار ہوتا تو ہمارے اسلاف نہ صرف خود اس دن کی سعادتوں اور خوشیوں کو اپنے دامن میں سمیٹتے بلکہ ہمارے لئے اس کی وضاحت فرماتے مگر ایسا نہیں ہے جب ان سب افراد نے نہ دن منایا نہ ہی جلوس نکالا اور نہ ہی ایسی خرافات کا اہتمام کیا پھر ہمیں کیا حق حاصل ہے کہ اس دن کو عید کا دن قرار دیں۔

☆ کیا یہ شریعت کو ناقص سمجھنے کے مترادف نہیں؟

☆ کیا یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مخالفت اور گستاخی نہیں؟

☆ کیا یہ صاحب شریعت کے بارے میں بدگمانی نہیں؟

چوتھی دلیل ﴾......

ابولہب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کیا تھا جس بناء پر اس کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔ لہٰذا میلاد منانا باعثِ برکت اور جائز ہے۔

جواب: اس واقعہ سے مروجہ عید میلاد کیلئے استدلال کرنا کئی وجوہ سے باطل ہے ان وجوہ کے ذکر سے قبل ہم ابولہب کے متعلقہ عبارت نقل کرتے ہیں تا کہ بات سمجھنے میں آسانی ہو سکے۔

قال عروة: ثويبه مولاة لابی لهب وكان ابو لهب اعتقها فارضعت النبی ﷺ فلما مات ابو لهب اريه بعض اهله بشر حيبة قال له ماذا القيت؟ قال ابو لهب لم الق بعد كم غيرانی سقيت فی هذه بعتاقتی ثويبة۔ (صحیح بخاری کتاب النکاح)

عروۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی انہیں ابولہب نے آزاد کر دیا پھر

اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا جب ابولہب مرگیا تو اس کے گھر والوں میں سے کسی نے اسے خواب میں بری حالت میں دیکھا اور پوچھا تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا؟ اس نے جواب دیا جب سے تم سے جدا ہوا ہوں سخت عذاب میں مبتلا ہوں ہاں ثوبیہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے تھوڑا پانی پلایا جاتا ہوں۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا عبارت کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے استدلال جائز نہیں مثلاً

۱۔ یہ عروۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے نہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان لہٰذا اس کا تعلق سنت سے نہیں جوڑا جاسکتا کیونکہ شریعت فرامین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔

۲۔ قرآن مجید میں صراحتاً نص موجود ہے کہ مشرکین کے تمام اعمال باطل ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنه هباء منثورا (فرقان ۲۳)

اور انہوں نے جو اعمال کئے تھے ہم نے ان کی طرف متوجہ ہو کر انہیں پراگندہ ذروں کی طرح کردیا اور دوسری جگہ فرمایا:

اولئك الذين كفروا بايت ربهم ولقائه فحبطت اعمالهم فلا نقيم لهم يوم القيامة وزنا (کہف ۱۰۵)

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا اور اس کے سامنے حاضری کا انکار کیا پس ان کے اعمال غارت ہوگئے پس ہم قیامت کے دن ان کا کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں ابولہب کا خواب والا واقعہ نص قرآنی کے خلاف ہے اس لئے اس پر کسی شرعی مسئلہ یا عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔ اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے اور یہی حق ہے۔

۳۔ یہ واقعہ خواب کا واقعہ ہے۔ صحیح بخاری میں اس کا مذکور ہونا اس بات پر تو سند ہوسکتا ہے کہ عروہ کا بیان کرنا درست ہے لیکن اس سے یہ ثابت تو نہیں ہوتا کہ یہ خواب واقعتاً سچا خواب ہے جبکہ دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ خواب دیکھنے والے نے کفر کی حالت میں دیکھا یا اسلام کی حالت میں دیکھا اور ساتھ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ شریعت کتاب وسنت کا نام ہے خوابوں پر اس کا دارومدار نہیں ہے۔

۴۔ ابولہب نے اپنے بھتیجے کی ولادت پر خوشی کا اظہار کیا تھا اور یہ ایک طبعی چیز ہے نہ کہ شرعی مسرت تھی۔ کیونکہ ہر انسان اپنے رشتہ دار کے یہاں ولادت ہونے پر خوش ہوتا ہے اور ابولہب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے ناطے خوشی نہیں منائی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے ناطے خوشی مناتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کبھی مخالفت نہ کرتا اور پوری سورت اس کی مذمت میں نازل نہ ہوتی۔

مذکورہ بالا وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے استدلال بالکل فضول اور بے حیثیت

شبہ ہے لہٰذا اس سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا۔

ایک شبہ اور اس کا جواب ......

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر کے دن روزہ رکھا اور بتایا کہ اس روز میں پیدا ہوا۔ اس لئے اس دن کو منانا تو ثابت ہو گیا۔

جواب: سبحان اللہ کس قدر عجیب و غریب استدلال ہے کہ نبی اکرم ﷺ پیر کے دن روزہ رکھ رہے ہیں اور یہ بدعتی ۱۲ ربیع الاول کو جشن منا رہے ہیں۔ جبکہ دونوں میں فرق ہے۔ پیر کا دن ہر ماہ میں تقریباً چار مرتبہ سے زائد آتا ہے جبکہ بارہ ربیع الاول کا دن سال میں صرف ایک بار آتا ہے۔ اب دیکھیں کس قدر جہالت ہے چاہئے تو یہ تھا کہ ہر پیر کو روزہ رکھتے لیکن اس کے برعکس ۱۲ ربیع الاول کو روزہ نہیں رکھتے بلکہ جشن مناتے ہیں، گانا بجانا سنتے ہیں، رقص و موسیقی چلتی ہے، ڈھول پیٹتے ہیں اور کھانے چلتے ہیں۔ انصاف سے بتایئے کیا یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھنے کی جسارت نہیں ہے۔ جس سے شریعت نے منع کیا ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو''۔ (حجرات آیت ۱)

کیونکہ سرکار مدینہ ﷺ تو صرف روزہ پر اکتفا کریں اور وہ بھی پیر کے دن کا اور تم ان کی مخالفت کرو۔

ایک اور انداز ......

۱۲/ ربیع الاول کو میلاد منانا اس لئے بھی درست نہیں کہ تاریخ ولادت میں مؤرخین کا اختلاف ہے کہ کس تاریخ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ مؤرخین کے اختلاف کے باوجود صرف ایک ہی تاریخ کو متعین کرنا اور پھر اس انداز اس کو منانا یہ کہاں کی دانشمندی اور اصول ہے۔

غور کیجئے! بعض مؤرخین نے ۹، بعض نے ۸، بعض نے ۱۰، بعض نے ۱۲، بعض نے ۱۷، بعض نے ۱۸ ربیع الاول کو تاریخ ولادت رقم فرمایا۔ نیز قاضی سلیمان منصور پوری نے ''رحمت للعالمین'' میں اور مولانا شبلی نعمانی نے ''سیرۃ النبی ﷺ'' میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ آپ کی ولادت ۹ ربیع الاول ہے کیونکہ اس سال ربیع الاول میں ۱۲ کو پیر کا دن آتا ہی نہیں، جس سے بات ثابت ہوتی کہ جب تاریخ ہی متعین نہیں تو پھر ۱۲ کو خاص کر لینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

تم لوگ تو میلاد کا جشن بارہ (۱۲) کو مناتے ہو جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ پیر کو رکھا ہے اس لئے اگر تم دعویٰ میں سچے ہو تو ثابت کر کے دکھاؤ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲ ربیع الاول کو روزہ

رکھا ہو۔

چند عقلی شبہات اور ان کے جواب ﴾......

شبہ اول)...... اہل اسلام کیلئے ایک سالانہ یادگار ہونی چاہئے جس میں مسلمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار منائیں تا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُنکی محبت میں اضافہ ہو۔

جواب: یہ بات بالکل لغو اور عبث ہے کیونکہ اس بات کی خواہش تب ہی کی جاسکتی ہے جب مسلمان ایسے ہوں کہ وہ دن میں بیسیوں بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد نہ کرتے ہوں تو کہا جائے کہ بجناب ان کے لئے سالانہ یا ماہانہ یادگار دن مقرر کیا جائے جس میں وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کریں تا کہ اُن کے ایمان اور محبت میں زیادتی ہو۔ لیکن مسلمان دن اور رات میں جو بھی نماز پڑھتا ہے اس میں لازماً اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتا ہے۔ ان پر درود بھیجتا ہے بلکہ ہر اذان، اور ہر اقامت میں ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے لہٰذا یہ مطالبہ بالکل باطل ہے۔

شبہ ثانی)...... نبی اکرم ﷺ کی پیدائش پر خوشی ہونی چاہئے کیونکہ یہ محبت اور کامل ایمان کی دلیل ہے۔

جواب: اس کا تفصیلی جواب اگرچہ گزر چکا ہے لیکن پھر بھی ہم تسلی کیلئے عرض کرتے ہیں کہ خوشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے یا یوم پیدائش کی۔ اگر خوشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے تو وہ ہمیشہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو ہونی چاہئے اس کیلئے تو خاص کسی وقت کی ضرورت نہیں اور اگر اس دن کی خوشی ہے تو غور کرلیں یہی وہ دن ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ کیا کوئی عقلمند آدمی اس دن کو خوشی اور مسرت کے ساتھ منائیگا جس دن آپکی وفات ہوئی

شبہ ثالثہ)...... کھانا وغیرہ کھلانا باعثِ ثواب ہے اور ویسے بھی تو شکرانے کے طور پر کھانا کھلایا جاتا ہے تو اس میں کونسی قباحت ہے۔

جواب: یہ شبہ بھی انتہائی کمزور ہے کیونکہ کھانا کھلانے کی ترغیب شریعت نے اس وقت دی ہے جس وقت اسکی ضرورت ہو مثلاً مہمان کی آمد پر اسکی مہمان نوازی کرنا بھوکے کو کھانا کھلانا اور ان کیلئے صدقہ وخیرات کرنا اور یہ کام سارا سال ہوتے رہتے ہیں۔ اس کیلئے کسی خاص دن کو متعین کرنے کی کیا ضرورت ہے یہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس کی بناء پر کسی بدعت کا ایجاد کرنا ضروری ہو کیونکہ کھانا کھلانے اور صدقہ وخیرات کے احکام سارے سال کیلئے ثابت ہیں۔

شبہ رابعہ)...... اللہ کے ذکر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا باعثِ برکت ہے اور اس دن یہی کام کیا جاتا ہے لہٰذا عید میلاد میں ممانعت نہیں ہونی چاہئے۔ (باقی صفحہ: 23 پر)